البلاغ القاسمی

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟

مصنف

مولانا احمد حسین قاسمی حفظہ اللہ

PUBLICATIONS

AL IDRAAK — Naved Ahmad

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟ قسط 8

6/24/2026 04:29:00 AM

باسمہ تعالیٰ عز اسمہ

"" ""

دلیل 14 / مذہب اسلام کی فوقیت

باعتبار بنیادی حقوق انسانی

محترم قارئین کرام ! اللہ رب العزت نے ہر انسان کو اسکی ماں کے پیٹ سے آزاد پیداکیاہے، لہذا انسان کا سب سے پہلا بنیادی حق اس کی آزادی ہے، جو اسے بہر حال ملنی چاہئے، اس لیے ہر دین و مذہب اور ہر قوم و ملت کی یہ اہم ذمہ

داری ہے کہ انسان کو اس کا یہ بنیادی حق فراہم کرے "ا لبتہ الا بحبل من أللہ و حبل من الناس" کے تحت کوئی انسان قانون خداو ندی کے مطابق خود ہی اپنے لئے غلامی کے اسباب پیدا کر لے تو پھر اپنےحق آزادی سے محرومی کا وہ خود ذمہ دار ہے،،

مذہب اسلام اوراسلامی شریعت کو دنیا کے دیگر ادیان و مذاہب کے بالمقابل جملہ امتیازات کی طرح انسان کے بنیادی حقوق کے معاملے میں بھی خصوصی امتیاز حاصل ہے، کیونکہ مذہب اسلام نے انسان کو جو بنیادی حقوق عطا کئے ہیں اس کی نظیر بھی دنیاکے دیگر ادیان و مذاهب میں نھیں ملتی،

چنانچہ مذہب اسلام کافر ذمی اور معاھد کوبھی ہر معاملے میں مکمل آزادانہ بنیادی حقوق عطا کرتا ہے ،

کافرذمی: یعنی وہ غیر مسلم جو اسلامی حکومت کے جملہ قوانین کوتسلیم کرتے ہوئے اور جزیئےکاٹیکس ادا کرتے ہوئے اسلامی ملک میں رہنا چاہے تو اسلام اسے اسکے مذہبی وعائلی معاملات میں مکمل آزادی کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہے، اور اسلامی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ اسکے جان ومال، عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح مسلمانوں کےجان ومال اورعزت وآبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہے،،

کافر معاھد: یعنی وہ غیر مسلم فرد یاجماعت جس کا مسلمانوں کے ساتھ جنگ بندی کا معاھدہ ہو اسلامی

شریعت کے مطابق اس سے جنگ کرنا یا اسکے خلاف دشمن کی مدد کرنا حتیٰ کہ معاھد قوم کےخلاف معاھدے کی مدت کے ختم ہونے سے پہلے سامان جنگ کھلا ہو تو اس کو باندھنا اور اگر بندھا ہو تو اس کو کھولنا بھی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں،

چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا رومی عیسائیوں کےساتھ کچھ مدت کے لئے ایک بار معاھدہ ہوگیا، جب معاھدے کی مدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو امیرمعا ویہ رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ دشمن غفلت میں ہے میں ابھی سے اپنی فوج کو سرحد پر تعینات کر دیتا ہوں، معاھدے کی مدت کے آخری دن کا سورج جیسے ہی غروب ہوگا مدت معاھدہ ختم ہو جائے گی اور دشمن غفلت میں ہوگا جنگ کے لئے تیار نہیں ہوگا اور ہم اچانک حملہ کر دینگے نتیجۃ ہماری فتح ہو جائیگی، چنانچہ ایسا ہی کیا کہ جیسے ہی آخری دن کا سورج غروب ہوا اور مدت معاھدہ ختم ہوئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اچانک رومیوں پر حملہ کر دیا، انکے حملہ کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور توقعات کے عین مطابق علاقوں پر علاقے فتح کرتے چلے جا رہے تھے اور دشمن پسپا ہوتے جا رہا تھا کہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی صاحب گھوڑے پر سوار بڑی تیزی سے ان کی طرف چلے آرہے ہیں قریب آنے پر معلوم ہواکہ وہ صحابی رسول عبد اللہ ابن ابی اوفی ہیں، اور بآواز بلند کہ رہے ہیں" وفاء لاغدر وفاء لاغدر" ایفاء عہد ضروری ہے، معاھدے کی خلاف ورزی جائز نہیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضرت کیا ہوا ہم نے تو کوئی خلاف ورزی نہیں

کی، بلکہ مدت معادہ ختم ہونے کے بعد ہم نےحملہ کیا ہے تو حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حملہ اگرچہ آپ نے مدت معاھدہ کے ختم ہونےکے بعد کیا ہے، لیکن جنگ کی تیاری اور سرحد پر فوج کی تعیناتی آپ نے مدت کے اندر ہی کر دیا تھا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جب کسی قوم سے معاھدہ صلح ہو جائے تو پھر: جب تک معاھدے کی مدت ختم نہ ہو جائے تب تک اس قوم کے خلاف سامان جنگ باند ھنا یا کھولنا جائز نہیں، یہ سنتے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سارے مفتوحہ علاقے رومیوں کو واپس لوٹا دیئے اور ان کی سرحد کو چھوڑ کر اپنے ملک کی سرحد میں لوٹ آئے،

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مذہب اسلام نے صرف اپنوں کو ہی نہیں بلکہ انسانیت کی بنیاد پر اپنے دشمنوں اور مخالفین کو بھی انکے بنیادی حقوق جس کشادہ قلبی، اور و سعت ظرفی کے ساتھ عطاء کئے ہیں اس کی نظیر اور مثال دنیا کے کسی اور مذہب وملت کے اندر نہیں مل سکتی،،

خلاصہ کلام: جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ انسان چونکہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوتاہے اس لئے اس کاسب سے پہلا بنیادی حق "حق آزادی" ہے اور اس معاملہ میں بھی اسلامی شریعت کو سب سے زیادہ

تقدم اور امتیاز حاصل ہے جس کی چند مثالیں نذر قارئین ہیں،

(1) آزادی مذاہب: مذہب اسلام نے عقیدے کے معاملے میں کسی انسان کے اوپر جبر و اکراہ اور تشدد سے مکمل گریز کرتے ہوئے آزادی اور اختیار کی راہ ہموار کی ہے، ارشاد باری تعالی ہے" لا إكراه فی الدين"دین" یعنی قبول اسلام"کے معاملے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں،

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ دین کے معاملے میں عدم جبر و اکراہ کا تعلق قبول اسلام کے تئیں غیر مسلموں سے ہے، یعنی کسی غیر مسلم کو قبول اسلام کے لئے بزور طاقت مجبور ولاچار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے صر ف خیر خواہانہ اسلام کی دعوت دیجائے گی،اب اگر وہ اسلام کی حقانیت کی بنیاد پر برضاء ورغبت خود اسلام قبول کرلے تو اسلام اسے ہزارہا ہزار بار مبارک، ورنہ بزور بازو و شمشیر قبول اسلام پر کسی کومجبور نہیں کیا جا سکتا، ورنہ ہجرت کے موقع سراقہ ابن مالک کو بزور قوت قبول اسلام کے لئے مجبور کرنے سے کون روکنے والا تھا، جب کہ مکہ سے دور مدینہ منورہ کے راستے میں سراقہ تنہا تھے، اور دوسری طرف چار افراد "نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، ان کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ، اور ایک رہبر" پر مشتمل ایک مکمل قافلہ تھا، نیز سراقہ کے ساتھ جو کچھ خرق عادت امور پیش آئے تھے" انکا کھوڑے سے گرنا، اور گھٹنوں تک گھوڑے کا زمین میں دھنسنا وغیرہ " اس کی وجہ سے اس وقت بذات خود وہ اس قدر خوف زدہ تھے کہ اسلام قبول کرنے کے لئے ان پر

کچھ زیادہ زور زبردستی کی حاجت ہی نہیں تھی، ذرا آواز تیز ہو جاتی تو وہ مجبور ہو جاتے قبول اسلام پر، لیکن ایسا کوئی رویہ ان کے ساتھ اختیار نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے وہ خود کو عاجز و مجبور تصور کرتے، بلکہ صرف خیر خواہانہ انداز میں ان پر اسلام پیش کیا گیا، وہ بھی اس وقت جب انھوں نے خود اپنی طرف سے یہ پیشکش کی کہ: میرے پاس جو کچھ ہے وہ آپ لے لیں، اس پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس تم کلمہ پڑھ لو، انھوں نے اس وقت کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا کہ: پھر ہمیں تمھاری کوئی چیز نہیں چاہئے،

اسی طرح فتح مکہ کے وقت جب سارے قریش مکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار دربار میں مسلمانوں کی تلواروں کے سامنے سرنگوں کھڑے تھے اس وقت "اذھبوا وانتم الطلقاء" کے ذریعہ اعلان رحمت و رافت کے بجائے بزور شمشیر قبول اسلام پر ان کو مجبور کرنے سے مسلمانوں کی تلواروں کو بھلا کون روکنے والا تھا؟

الغرض آیت "لااکراہ فی الدین" کا تعلق غیر مسلموں کے قبول اسلام سے ہے کہ ان کو بزور قوت اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اہل اسلام اور مسلمانوں کےعمل سے اس کا تعلق نہیں ہے کہ مسلمان برضاء و رغبت اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تو مبارک ورنہ ان کو عمل پر مجبور نہیں کیا جائیگا، کیونکہ جب ایک شخص اسلام کے اندر داخل ہو گیا تو اب وہ شریعت کی جملہ حدود وقیود کا مکمل پابند اور تمام احکامات شرعیہ پر عمل کیلئے من

حیث المسلم مجبور ہے، عمل نہ کرنے کی صورت میں وہ مجرم اور مستحق سزا شمار ہوگا، ورنہ جرائم پر حدود وقصاص اور تعزیرات شرعیہ کی چنداں ضرورت نہ ہوتی،

لہذا ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان لا اکراہ فی الدین کا خطاب نہیں بلکہ" یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافہ"اور یاایھا الذین آمنوا آمنوا باالله ورسولہ" کا خطاب ہے، معلوم ہوا کہ احکامات شرعیہ پر عمل وعدم عمل کے باب میں مسلمانوں کے لئے آزادی واختیار کا کوئی تصور نہیں، بلکہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اور اسلام کے اندر داخل ہو گیا وہ اسلامی تعلیمات پرعمل کا مکمل پابند ہے،

یا یہ مطلب ہے کہ اسلام دین فطرت ہے جو انسانی مزاج اور طبیعت کے عین مطابق ہے، اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جس پرعمل کرنا انسان کی طاقت وقدرت اور استطاعت سے باہر ہو، اکراہ تو دور کی بات شریعت اسلامیہ کے اندر معذورین اور مجبوروں کے لئے قدم قدم پر مراعات اور رخصتیں رکھی گئی ہیں کہ: کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھ لو، پانی نہیں ہے تو تیمم کر لو، سفر میں ہو اور روزہ رکھنا دشوار ہو تو ابھی مت رکھو بعد میں قضاء کر لو، وغیرہ، اس طرح کی مراعات شریعت اسلامیہ میں بھری پڑی ہیں تو پھر اکراہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا،

(2) آزادی فکر و تدبر: مذہب اسلام کائنات عالم اور قدرت الھیہ میں فکر و تدبر کے باب میں غور و فکر کے لئے عام آزادی کی راہ کھولتا ہے، ارشاد باری عز اسمہ الکریم ہے " ان

فی خلق السموات و الأرض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاؤلی الألباب" بیشک تخلیق ارض وسموات اور گردش لیل ونہار میں بڑی نشانیاں ہیں اہل عقل ودانش کے لئے،

اس میں عام دعوت فکر ہے کہ اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کی نشانیاں قدم در قدم بکھری ہوئی ہیں، اب جس کا جی چاہے آئے قدرت الہیہ میں غور وفکر اور تدبر کرے، نتیجتا اللہ تبارک وتعالی کی قدرت قاہرہ و حکمت بالغہ کو پہچان کر اپنے رب کریم کی معرفت حاصل کر کے اللہ تبارک وتعالی کے نزدیک حقیقی اہل عقل و دانش میں اپنا نام شامل کرالے،

(3) آزادی اظہار رائے: آج کی موجودہ ترقی یافتہ روشن خیال، نادان اور ناواقف دنیا اسلام اور اس کی تعلیمات سے برگشتہ ہوکر قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہی ہے،

چنانچہ آزادی اظہا ررائے کے معاملے میں آج پوری دنیا افراط و تفریط اور تجاوز عن الحدود کا شکار ہے، کہیں تو اظہار رائے پر مکمل پابندی ہے، کہ کسی بادشاہ اور حاکم وقت کی رائے اور فیصلہ کے خلاف رائے دینا نا قابل تلافی جرم گردانا جاتا ہے، اور رائے دینے والے کوقید وحبس یا پھر سزائے موت تک کی نوبت آ جاتی ہے، اور دوسری طرف وسعت ظرفی اور روشن خیالی کا یہ عالم کہ گالی گلوچ، کسی کی تذلیل وتحقیر، کسی کی عزت وآبرو سے کھلواڑ، کسی کا استہزاء و مذاق، کسی کی آبرو ریزی وغیرہ جیسے سنگین جرائم جن کو مذہب اسلام سراسر ناجائز وحرام

قرار دیتا ہے، ان پر بھی حق آزادی اظہار رائے کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے،

جبکہ مذہب اسلام نے اظہار رائے کے لئے انتہائی معتدل اور متوازن آزادی عطاء کی ہے، چنانچہ ایک طرف تو آپ کا مخاطب خواہ کوئی بھی ہو، ایک عام انسان ہو یاحاکم و امیر وقت، آقا ہو یا غلام، بادشاہ ہو یا رعایا، حتیٰ کہ وقت کا نبی اور رسول ہو تو بھی اظہار رائے پر کوئی پابندی نہیں، بلکہ ہر کسی کو جب اس سے رائے طلب کی جائے تو اپنے علم وفہم کے مطابق درست اور صواب رائے دینے کا حق ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے "وشاورھم فی الامر" اور ان صحابہ کرام سے اپنے معا ملے میں مشورہ کرلیا کیجئے ،

اب غور کرنے کی بات ہیکہ ایک ایسی عظیم اور مقدس ترین ہستی جو کہ خود صاحب وحی ہے، اور جو ذات پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بواسطہ جبریل ہر وقت اللہ رب العزت سے رابطے میں ہے، جیسا کہ قرآن مقدس خودآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گویا ہے" وما ینطق عن الھوایٰ ان ھو الا وحی یوحی" کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے کچھ بولتے ہی نہیں، بلکہ وہی بولتے ہیں جس کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طر ف وحی کی جاتی ہے، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہورہا ہے کہ آپ اپنے معاملے میں صحابہ کرام سے مشورہ کرلیا کی جئے،،

چنانچہ نبی پاکصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بار ہار متعدد معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

مشورہ فرمایا، اور صحابہ کرام نےکھل کراپنی رائے پیش کی، خواہ بدر کے قیدیوں کا معاملہ ہو یا غزوہ احد میں مدینے سے باہر نکل یا مدینے میں رہکر مقابلہ کرنےکا معاملہ ہو، وغیرہ، اب اس سے بڑھ کر حق آزادی اظہار رائے کی اور کیا شکل ہو سکتی ہے،،

دوسری طرف ہمارے مذہب اسلام نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ جب کسی کی طرف سے رائے طلب کی جائے تو مخاطب کے مقام ومرتبہ کاخیال رکھتے ہوئے اپنے علم وفہم اور ادراک کے مطابق اخلاص وللہیت کے ساتھ پوری امانت داری اور دیانت داری سے خالص خیر خواہانہ مشورہ پیش کرے جس میں خود غرضی اور نفس پرستی کا شائبہ تک نہ ہو، کسی کی دل آزاری ومضرت رسانی، کسی کی توہین و تذلیل، اور کسی کا استہزاء و استحصال نہ ہو، یہ ہے اصل "حق آزادی اظہار رائے" جو تنہا مذہب اسلام نے حضرت انسان کوعطا کیا ہے، لہذا بنیادی حقوق انسانی عطاء کرنے میں بھی اسلام ہی کو امتیاز حاصل ہے، اس لئے اسلام ہی ہمارا پسندیدہ مذہب ہے،،

"" ""

دلیل /15 مذہب اسلام کی فوقیت

انسانی زندگی کی کامل رہنمائی

کے اعتبار سے،،

مذہب اسلام انسانی زندگی کے ہر میدان میں شاندار، کامل ومکمل، اور کافی وشافی رہنمائ پیش کرتاہے، بالخصوص ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے پر زیادہ زور دیتاہے، کیونکہ کسی بھی انسان کی زندگی کے خوش گوار اور کامیاب ہونے کے لئے اس کی ازدواجی زندگی کاسب سے اہم کردار ہوتا ہے، جب میاں بیوی کے درمیان الفت و محبت کی فضاء قائم ہوتی ہے تو دونوں کی زندگی خوش گوار اور کامیاب ہوتی ہے، اور جب میاں بیوی کی اپنی زندگی خوش گوار ہوتی ہے تو پھر اولاد کی زندگی بھی روشن اور خوش گوار ہوتی ہے،اور پھر پورے گھر کا ماحول اچھا سنجیدہ با وقار اور پر سکون ہوتا ہے، پھر گھروں کی خوش گواری اور سنجید گی پورے محلے اور معاشرے کو سنجیدہ اور خوش گوار بنا دیتی ہے،

جب کہ اس کے بر عکس اگر میاں بیوی کے درمیان ان بن ہو، آے دن ان میں آپس میں لڑائی اور جھگڑا ہو تو اس کا برا اثر پچوں کی زندگی پر بڑا گہرا پڑتا ہے، بچے ضدی جھگڑالو، بد اخلاق وبد کردار ہوجاتے ہیں،جس کے نتیجے میں پورا کا پورا معاشرہ اورماحول خراب ہو جاتا ہے، اسی لئے شیطان ملعون کو سب سے زیادہ خوشی میاں بیوی کی آپسی لڑائی پر ہوتی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ: یہ جھگڑا صرف میاں بیوی کے درمیان محدود نہیں رہیگا، بلکہ پورے ماحول اور معاشرے میں بگاڑ اور فساد برپا کر دیگا،،

جیسا کہ حدیث پاک کے اندر ہے کہ: شیطان روز آنہ پانی پر اپنا تخت لگاتا ہے، اور مشرق ومغرب کے اندر پھیلے تمام شیاطین کو جمع کرکے دربار سجاتا ہے، پھر تمام شیاطین

سے پورے دن کی کارگذاری لیتاہے، سارے شیاطین اپنی اپنی دن بھر کی برائی کی تفصیل بتاتے ہیں،سب کو خوب شاباشی دیتاہے، اور خوشی کا اظہار کرتا ہے پھر ان میں سے ایک شیطان جب اپنی کار گزاری دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آج میں نے ایک فلاں جوڑے کے درمیان لڑائی کروا دیا، تو خوشی میں اپنے تخت سے اتر کر اس کو سینے سے لگاتا ہے، ناچتا اور کودتا ہے، اور کہتاہے تو نے ہی اصل کام کیاہے، تو ہی میرا اصلی چیلہ ہے، تو ہی میرے کام کا ہے، تو ہی میری اصل ذریت ہے، بہر حال خوب خوشی مناتا ہے،

الغرض میاں بیوی کے درمیان جب الفت و پیار اورمحبت کی فضاء بنی ہوئی ہوتی ہے تو یہ فضاء پورے گھر، محلہ، اور پورے معاشرے کو سنجیدہ اور خوشگوار بنادیتی ہے، اسی وجہ سے قرآن پاک نے نکاح کو اورخاص طور پر میاں بیوی کے درمیان الفت ومحبت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، کہ دو اجنبیوں کو باہم جوڑ کر دو جسم ایک جان بنا دینا یہ کسی انسان یا کسی اور مخلوق کے بس کی بات نہیں ہے، یہ فقط اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی قدرت کاملہ کا کمال ہے، ارشاد باری عز اسمہ ہے،

"ومن ایٰتہ أن خلق لکم من انفسکم ازواجا وجعل بینکم مودة ورحمة إن فی ذالک لآیٰت لقوم یتفکرون" اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سےیہ بات بھی ہیکہ اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھارے جوڑے بنائے، اور تمھارے درمیان الفت و محبت پیدا کر دیا، اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں،

اسی لئے اسلامی شریعت نے اس رشتہ ازدواج کے تاحیات باقی رکھنےکی انتہائی تاکید کی ہے، میاں بیوی کے الگ الگ قرآن و حدیث میں حقوق بیان کئے, دونوں کو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی باربار تاکید کی، اور اس بات کا پورا اهتمام کیاکہ اس اہم اور مقدس ترین رشتہ ازدواج میں کہیں سے کسی بھی قسم کی کوئی رخنہ اندازی نہ ہونے پائے، چنانچہ اسی نقطہ نظر کی بناء پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ نکاح میں عموما انھیں آیات کریمہ کا انتخاب فرمایا جن میں اللہ تبارک وتعالی کا تقوی اورفکر آخرت کی یاد دہانی کروا کر میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی گئی اور علماء نے انھیں آیات کواور انھیں آیات کے مضمون کی روایات کو خطبہ نکاح میں پڑھنا مسنون قرار دیا،

وجہ یہ ہے کہ شادی سے پہلے کی زندگی ایک آزاد زندگی ہوتی ہے جس میں کسی کے حقوق کی ادائیگی اور گھریلو ذمہ داریوں کا کوئی بوجھ عام طور سے کاندھوں پر نہیں ہوتا، لیکن شادی کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، مرد و عورت پر بہت سارے حقوق اور ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں، جن کی کما حقہ ادائیگی کے بغیر انسانی زندگی خوش گوار نہیں ہو سکتی، اور ذمہ داریوں کا احساس اورحقوق کی کماحقہ ادائیگی پر انسان کو آمادہ اور تیار کرنے والی خوف خدا اورفکر آخرت کے سوا دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے، اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر ہی وہ قوت وطاقت ہے جو انسان کو ہرجگہ ہرحال میں، رات کی تاریکی میں ہو یا دن کے اجالے میں، بند کمرے کی تنہائی

میں ہو یا مجمع میں، حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے پر مجبور کر دیتی ہے، اوران آیات وروایات میں خوف خدا اور فکر آخرت کی یاد دہانی اور تاکید ہے، اسی لئے ان آیات و روایات کو خطبہ نکاح میں منتخب اور مندوب و مسنون قرار دیا گیا،

اور طلاق جو رشتہ ازدواج کو ختم کر دینے کا نام ہے، جسے بوقتِ ضرورت اور بحالت مجبوری" جب میاں بیوی کے درمیان ان بن ہو جائے اور بات اس قدر بڑھ جائے، معاملہ اتنا پیچیدہ و سنگین ہوجائے کہ دونوں کے مابین اصلاح و مصالحت کی ساری کوششیں بیکار و بے سود ہو جائیں اور حالت یہ ہو جائے کہ دونوں کا ایک ساتھ رہنا دونوں کی زندگی کو کڑھن اور گھٹن میں ڈال دے گا، ایک ساتھ نباہ کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آئے" تو یہ کہتے ہوئے جائز قرار دیا گیا کہ" ابغض الحلال عند اللہ الطلاق" مباحات شرعیہ میں اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ نا پسندیدہ چیز طلاق ہے،

نیز اسی طرح انسانی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لئے حقوق زوجین کے علاوہ دیگر اور بھی حقوق باہم ایک دوسرے پر عائد کئے گئے، مثلاً اولاد کے حقوق والدین پر اور والدین کے حقوق اولاد پر، کہ جب والدین پہلے اپنی اولاد کےحقوق" خصوصاً دینی تعلیم و تربیت"کما حقہ ادا کریں گے تو پھر وہ اولاد نیک صالح والدین کے حقوق کا احساس کرنے والی، اطاعت گذار اور فرمانبردار ہوگی جو والدین کے حقوق کو کبھی ضائع نہیں کرے گی،

اولاد کے حقوق کی تفصیل تو مقدمہ میں گذر چکی ہے، اور والدین کے حقوق اولاد پر: تو اللہ اور اسکے پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اتنے بیان فرمائے ہیں کہ ان کی تفصیل ایک مکمل بیان چاہتی ہے،

مختصراًیہ جان لیں کہ اللہ رب العزت والجلال نے قرآن مقدس کے اندر بار بار اپنے حق عبدیت و بندگی کے ساتھ والدین کے حقوق کی تاکید فرمائی، ایک جگہ سورہ بنی اسرائیل میں انتہائی تاکیدی انداز میں فرمایا ہے" وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ و بالوا دین إحسانا" کہ اللہ رب العزت نے یہ طئے کر دیا ہے کہ تم اللہ کے سواء کسی کی عبادت اور بندگی نہیں کرو گے، اور والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرو گے،

اسی طرح بہن بھائی کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، اعزہ اقرباء اور رشتہ داروں کے حقوق، تاجر اور خریدار کے حقوق، علی ھذا: یہاں تک کے جانوروں تک کے حقوق مقرر فرمائے،کہ انسان اگر ان سارے حقوق کی مکمل ادائیگی کرنے لگے تو انسان کی یہی دنیاوی زندگی ہی جنت نشان بن جائے،

غرضیکہ اسلامی شریعت نے انسانوں کی ازدواجی و گھریلو زندگی کو کامیاب و خوش گوار بنانے کے لئے، مرد و عورت کی ازدواجی زندگی سے متعلق احکام ومسائل، نیز حقوق والدین، اور اولاد کی تعلیم و تربیت وغیرہ کے ایسے انوکھے، نایاب اور شاندار اصول و آئین مقرر کئے ہیں کہ

دنیا کے کسی دین ومذہب کے پاس اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں مل سکتی،

یہی وجہ ہے کہ آج کے موجودہ ترقی یافتہ اور سائنسی دور میں جہاں بار بار آزادی اظہار رائے اورآزادی نسواں کے فلک شگاف نعرے لگائے جا رہے ہیں، اور اسلام کے قانون پردہ و طلاق کو عورت کے اوپر ظلم و زیادتی بتایا جارہاہے، وہیں یورپ و امریکہ اور دیگر غیر مسلم ممالک میں طلاق کی شرح ساٹھ فیصد سے زائد ہے، جب کہ مسلم ممالک میں چھ فیصد بھی نہیں، ظاہر ہے کہ یہ اسلامی شریعت اور اسکے بے مثال و بے نظیر، مبنی بر انصاف، معتدل و متوازن قانون و آئین کی دین ہے، پھر بھی اگر کوئی عاقبت نااندیش، بصارت وبصیرت سے بے بہرا ،عقل وہوش سے عاری ،فہم وفراست سے خالی،جاھل ونادان، ہواء وہوس کا غلام، انسان نما شیطان اسلامی شریعت اور اس کے پاکیزہ آئین وقانون پر انگشت نمائی اور حرف گیری کی ناپاک وبے باک اور گندی جسارت کرے تو سوائے اسکے کہ اسکی عقل نارسا اور قابل نفرت متعصبانہ ذہنیت پر ماتم کیا جائے اور کیا کیا جا سکتاہے؟ اور اسکے سواء اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ "وما توفیقی إلا باللہ"

اصلاحی مضامین

Post a Comment

About Us | Contact Us | Privacy Policy | Terms and Conditions | Disclaimer

Powered by Blogger

Theme images by Maliketh

© 2026 AL BALAGH AL QASMI. All Rights Reserved.

8